

محمد یونس میو صاحب
لیکچرار اسلامیات - دسک

اسلامی حکومتیں اور احتساب

احتساب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی گنتی، شمار، حساب کتاب اور آزمائش وغیرہ کے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لئے (MAKING UP ACCOUNTS, RECKONING, COMPUTING ADMINISTRATION OF POLICE, INHIBITION ACCOUNTABILITY) کے الفاظ مستعمل ہیں۔ انسان اس دنیا میں ہمہ وقت احتساب کے عمل سے گزر رہا ہے کیوں کہ ایک بالغ باہوش انسان ہر لمحہ ہر آن جو عمل بھی کرتا ہے اللہ کے فرشتے اس کو لکھ لیتے ہیں۔

وان علیکم لحفظین کراماً کاتبین یعلمون مات فعلون (۱)

اور یہی لکھا ہوا ایک کتاب (نامہ اعمال) کی شکل میں ایک دن (یوم حساب) اس کے ہاتھوں (دائیں یا بائیں) میں تمھارا یا جائیگا۔

فاما من لوقی کتبہ یمینہ فیقول ہآؤ اقرؤ اکتبہ ان ظننت ان ملق حساسیہ (۲)

اور وہ لوگ جن کو یہ نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ حسرت و یاس کے عالم میں کہیں گے؛

”اے کاش ان کو یہ نہ ملتا اور نہ ان کو اپنے حساب کی خبر ہوتی۔ ولم ادر ما حساسیہ (۳)

دنیا میں وہ اس حقیقت سے غافل رہے کہ ان اللہ سریع الحساب (۴) حدیث میں ہے

”من حاسب نفسه فی الدنیا لم یحسابہ اللہ یوم القیامہ“ ”الحسب والمصابہ“ کے اصل معانی حساب لینے والا یا حساب کرنے والا کے ہیں۔ آیت ”وکفی باللہ حسباناً“ حسب بمعنی رقیب ہے یعنی اللہ ان کی نگہبانی کے لیے کافی ہے جو ان سے محاسبہ کرے گا۔ (۵)

فحسبا سبنا حساباً شدیداً (۶) اقرب للناس حسابهم (۷)

یہ آیات اور ان جیسی تمام آیات جن میں موت، قبر، عذاب، قبر، قیامت کے مناظر، معاد، میدان حشر، میزان، پل صراط اور دوزخ کے حالات کا ذکر ہے، ان کا منشاء و مقصد یہی ہے کہ انسان کے

دل میں فکر آخرت جز پکڑے اور حساب و مواخذہ کا خوف اسکے دامن گیر ہوتا کہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرے

یومئذ یصدر الناس اشتاتاً لیر و اعمالہم ۵ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شر یرہ ۸۱ اس دن اعمال کو گنتے کی بجائے تو لا جا ئیگا۔ پھر وزن کے مطابق جزا یا سزا دی جائیگی۔

فاما من تقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیہ و اما من خفت موازینہ فامہ ہلویہ ۸۲ اب اگر احتساب اعمال کے اس تصور کو عقیدہ آخرت سے نکال دیا جائے (انسان غافل ہو جائے) تو پھر اس دنیا کی دینی، مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی و انسانی حالت کیا ہوگی اس کا اندازہ قبل از اسلام منکرین معاد اور دور حاضر کی دنیا سے کفر سے لگایا جاسکتا ہے

بزرگان دین، اولیاء اللہ، تابعین و تبع تابعین کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موت و قبر، حشر اور سوال جواب کی سختی سے پناہ مانگتے تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ جو عشرہ مبشرہ سے ہیں احتساب اخروی کے خوف سے فرمایا کرتے تھے:

”کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، کاش میں گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھالیتے، کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا“ ایک مرتبہ باغ میں ایک پرندے کو دیکھ کر فرمایا: ”تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا پیتا ہے، درختوں میں بیٹھتا ہے اور قیامت کے لمحہ کا کوئی خطرہ نہیں“۔ (۱۱)

حضرت عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے۔ ایک تنکا ہاتھ میں لیے فرماتے کاش میں یہ تنکا ہوتا اور کبھی فرماتے کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ (۱۲) صحیح بخاری اور طبقات ابن سعد میں حضرت عائشہؓ سے بھی بالکل اسی طرح یہ اقوال منقول ہیں۔ پس جس طرح آخرت اور اس کے عذاب و ثواب برحق ہیں اسی طرح یہ دنیا مکافات عمل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے حساب کتاب کے علاوہ اس دنیاوی زندگی کی تہذیب اور اصلاح احوال کیلئے بھی حدود و تعزیرات کا ایک نظام قائم کیا ہے۔ سلطنت کے طول و عرض میں سیاسی و معاشی استحکام، معاشرتی امن و امان اور اخلاقی اصلاح اور نظم و ضبط عامہ کے قیام کیلئے ان حدود و تعزیرات کا منصفانہ، مساویانہ اور آزادانہ استعمال بہت ضروری ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اسلامی سزاؤں کا یہی غیر جانبدارانہ اطلاق اصل احتساب ہے ڈاکٹر عبد الجبار الجومرد، پروفیسر بغداد یونیورسٹی احتساب کی ابتداء کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

”اگرچہ نظام احتساب کی ابتداء خلفاء راشدین کے عہد سے چلا آ رہا ہے۔ اس نظام کے بانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے تاہم حسبہ (محتسب کا کام) اور محتسب کے اصطلاحی الفاظ عباسی

دور کے ابتداء میں رائج ہوئے تھے۔ (۱۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کا احتساب بڑی سختی سے کرتے تھے ان کے مکانات، اثاثہ جات، اراضیات سے لے کر ملبوسات تک کی خبر رکھتے تھے (۱۴)۔

ہر سال حج کے موقع پر کھلی پکھری لگتی تھی اور تمام عاملوں کو عوام کی عدالت میں پیش کیا جاتا تھا۔ (۱۵) ذرا ذرا سی شکایات کی تحقیقات کرتے تھے آپ نے باقاعدہ احتساب کا شعبہ قائم کیا اور ایک بزرگ صحابی محمد بن سلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو محتسب مقرر کیا۔ (۱۶) بعض اوقات ہنگامی (EMERGENCY) طو پر تحقیقاتی کمیشن تریب دیتے جو بلاتا خیر اپنی تحقیقات (رپورٹس) خلیفہ کو پیش کرتا تھا۔ ایک دفعہ خبر ملی کہ عامل مصر عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس کے دروازے پر دربان مقرر ہے آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن سلمہ کو بلایا اور کہا کہ عیاض کو جس حالت پاؤ ساتھ لے آؤ۔ محتسب نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی دروازے پر دربان تھا اور عیاض ایک باریک کرت پہنے بیٹھے تھے اسی ہیئت اور لباس میں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرتہ اتروا کر کھل پھنپایا اور بکریوں کا کھ دے کر حکم دیا کہ جنگل میں لے جا کر چراؤ۔ (۱۷) غیر جانبدارانہ احتساب کی ایک اور مثال بھی ملاحظہ ہو۔

”آپ کے صحابہ جزاء عبدالرحمن نے جو مصر میں تھے ایک دوست کے ساتھ بنید کا شوق کیا جس سے انکو نشہ ہو گیا۔ گورنر مصر حضرت عاصؓ نے سزا میں کچھ نرمی برتی تو آپ نے انہیں خط لکھا کہ عبدالرحمن کو ایک اونچی چوہ پھانڈ اور پالان پر سوار کر کے مدینہ روانہ کرو۔ وہ اس حالت میں مدینہ پہنچے کہ ان سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ان کی سفارش بھی کی لیکن آپ نے اپنے بیٹے کو سزا دی اور قید کر دیا وہ حالت قید میں بیمار ہوئے اور وفات پائی۔“ (۱۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی انکوائری اور خالد بن ولیدؓ کی تحقیقات پر معزولی احتساب فاروقی کے اہم واقعات میں سے ہیں۔ حضرت خالد جیسا عظیم سپہ سالار اپنی خنزی کا حکم سنتا ہے اور کھتا ہے میں نے سنا اور مانا اور میں اب بھی اپنے افسروں کے احکام ماننے اور خدمات بجالانے کو تیار ہوں۔ عمال فاروقی کی اس غیر مشروط اطاعت کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ”ابن خطاب! تمہارے سپاہی اس لئے امین ہیں کہ تم امین ہو۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ زہد و فقر کی زندگی بسر کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قدامت اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

پر فضیلت حاصل ہے، لیکن زہد و قناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں“ (۲۱)

حضرت حسنؑ فرماتے ہیں ”کہ عمر فاروقؓ خطبہ دے رہے تھے میں نے شمار کیا تو ان کے تہ بند میں بارہ پیوند تھے“ (۲۲) اس مشقت کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھتے تھے بلکہ آپؑ کے اہل خانہ، بیٹے، پوتے، بیٹیاں اور نوasiوں تک کا یہی حال تھا۔ اس زہد و تقویٰ کے باوجود اکثر فرماتے تھے ”واللہ مجھے معلوم نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ“ (۲۳) بیت المال (خزانہ) پہ تصرف کا یہ عالم تھا کہ اپنے علاج کی غرض سے شہد کی ضرورت پیش آئی تو ایک کپاشد کے لیے شوریٰ کا اجلاس طلب کیا“ (۲۵) مالِ قیمیت آیا اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا: ”جان پدر ترا حق میرے ذاتی مال میں ہے یہ تو قیمت کامل ہے۔ تو نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا یہ خشک جواب سن کر وہ غریب لوٹ گئیں“ (۲۶) حکومتی مداخلت اور احتسابی عمل دخل کے ایک واقعہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں۔

”ایک دفعہ یمنی چادریں آئیں، آپؑ نے سب کو ایک ایک چادری اور خود بھی ایک ہی رکھی۔ وہ چادر آپ کے لئے ناکافی تھی۔ چنانچہ آپؑ کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی چادر بھی باپ کو دے دی۔ جب عمرؓ ان چادروں کا کرتہ پہن کر منبر پر آئے اور حسب معمول کہا ”اسمعو لوالطیعوا“ تو مجمع سے آواز آئی ہم نہ سنیں گے اور نہ مانیں گے آپؓ منبر سے نیچے اتر آئے اور کہا ابو عبداللہ (سلمان فارسی) کیا بات ہے کہا عمرؓ تم نے دنیا داری برتی ہے تم نے ایک ایک چادر تقسیم کی تھی اور خود دو چادریں پہن کر آئے ہو اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے وضاحت کی“ (۲۷) آپؑ کا قول ہے ”اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے کیونکہ محاسبہ خویش تمہارے حساب کتاب کو آسان کر دے گا۔“ (۲۸) آپؑ کے جانشینوں نے بھی احتساب کو قائم رکھا۔ حضرت عثمانؓ فطرتاً حلیم الطبع تھے، نرم خو اور خطا پوش تھے آپؓ میں عفو و درگزر کا پہلو غالب تھا اس لیے آپؓ نے مواخذہ اور احتساب میں وہ سختی نہ برتی جو حضرت عمرؓ کا طرہ امتیاز تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے عمال کی سختی سے باز پرس کرتے تھے منذر بن جارد و والی اصطخر کو سیرو شکار، کتوں سے کھیلنے اور فرائض منصبی میں غفلت برتنے پر معزول کر دیا۔ (۲۹) اپنے ایک اور عامل کو تحریری سرزنش کی کہ تم عیش و شمع کی زندگی مت بسر کرو، بخورات اور روقیات کے استعمال سے باز آؤ اور اپنے نفس کی اصلاح کرو۔“ (۳۰) حضرت علیؓ تحریری باز پرس کے علاوہ خصوصی تحقیقاتی کمیشن بھی تشکیل دیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کعب بن مالک

انصاری کو عراق کے حکام کی تحقیقات پر مامور فرمایا اور یہ ہدایت کی کہ ”تم چند آدمیوں کو ساتھ لے کر عراق جاؤ اور ہر ایک ضلع میں جا کر وہاں کے عمال کی تحقیقات کرو اور انکی روش پر نظر ڈالو“۔ (۳۱)

حضرت علیؑ کی اپنے عمال سے باز پرس کا یہ عالم تھا کہ اگر عمال آپؑ سے ناراض ہو کر آپؑ کی حمایت سے دست کش ہو گئے ان لوگوں میں مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی (۳۲) کے علاوہ آپؑ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ جیسے عالی مرتب صحابی شامل تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد بنو امیہ کا زمانہ آتا ہے حضرت امیر معاویہؓ حکومت بنو امیہ کے بانی تھے زراعت، دفاع، بحری و بری فوج کی تنظیم، نئے شہروں کی آبادی آپؑ کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ ذمیوں کے حقوق کی پاسداری، عدل و انصاف اور رعایا کی دادرسی کے ضمن میں بھی آپؑ نے نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ آپؑ دربار میں آنے سے پہلے روزانہ مشجہ میں رعایا کی شکایات سنتے اور موقع پر ہی ان کا مدارک کر دیتے تھے آپؑ کا شمار عرب کے مدبروں میں ہوتا ہے (۳۳)

خلفاء بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز (۷۱ء تا ۷۴ء) کا دور فاروقی خلافت کی یاد تازہ کر گیا۔ آپؑ نے سب سے پہلے ان جاگیروں و جائیدادوں اور ممالک محروسہ کے غصب شدہ مال المملک کو واپس کرایا جن کو خلفاء اموی، شاہی خاندان کے افراد، عمال اور دیگر عمائد سلطنت نے غیر شرعی طور پر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ شاہ معین الدین ندوی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ابن جوزی کے حوالہ سے حضرت عمر کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

”بنی مروان تم کو شرف اور دولت کا بڑا حصہ ملا ہے میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے“ (۳۴) یہ سن کر آل مروان نے جواب دیا ”خدا کی قسم جب تک ہمارے سرتن سے جدانہ ہو جائیں گے اس وقت تک جائیدادیں واپس نہیں ہو سکتیں“ (۳۵)

ان بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ احتساب اور واگزار کی کاہل عمل آپؑ نے اپنے خاندان اور گھر سے شروع کیا۔ آپؑ نے فرمایا ”خدا کی قسم اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو میں تم کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑوں گا“۔ اسکے بعد آپؑ نے تمام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے تقریر فرمائی۔ ان لوگوں (اموی خلفاء) نے ہم ارکان خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطایا دیئے، خدا کی قسم جن کے دینے کا ان کو کوئی حق نہ تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا اب میں ان سب کو ان کے اصل حقداروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور خاندان سے شروع کرتا ہوں“ (۳۶)

یہاں یہ امر لائق توجہ ہے کہ ہمارے ملک میں احتساب کے نتائج اس وقت تک برآمد نہیں ہو سکتے جب تک حکمران خود اپنے آپ کو احتساب کے لیے عوامی اور قانونی عدالتوں میں پیش نہیں کریں گے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المال کی جو حالت تھی اس کی طرف ان ہی کے الفاظ میں اشارہ کر دیا گیا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اموال مقصوبہ کا ایک بہت بڑا حصہ بیت المال میں واپس کر دیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے سب سے پہلے اپنے پورے خاندان کی جاگیر واپس کی یہاں تک کہ آپ نے اپنے گھر کا ذاتی اثاثہ، نقدی، چم، گھوڑے، قناعتیں، اپنی بیوی کے زیورات، جواہرات، قیمتی ساز و سامان کے علاوہ اپنے بیٹے کی انگوٹھی کا قیمتی نگینہ بھی فروخت کر دیا اور رقوم بیت المال میں جمع کر دیں۔ (۳۷) ”مذک“ جو مروان کی جاگیر بن چکا تھا اس کو حضورؐ کے زمانے کی حالت پر لائے نو مسلموں کو جزیہ سے آزاد کر دیا گیا۔ بیت المال کی حفاظت کا سخت انتظام تھا۔ ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک اشرفی گم ہو گئی تو آپ نے وزیر خزانہ کو لاپرواہی کا مجرم قرار دیتے ہوئے شرعی، صفائی پیش کرنے کو لکھا (۳۸)۔ شعبہ مالیات کے علاوہ آپ نے احیائے شریعت اور اصلاح اخلاق کے باب میں گراں قدر انقلابی خدمات سر انجام دیں۔ عمال کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے نیز شراب کی دکانوں کو حکماً بند کر دیا۔ (۳۹)

ہمارے یہاں غیر مسلم آبادی کو شراب کے پرمٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ ان کو کھلے عام شراب نوشی کی اجازت ہے۔ مقامی سطح پر شراب کشید کیجاتی ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ مذموم کاروبار ہوتا ہے جس کے دینی و اخلاقی نقصانات تو اپنی جگہ مسلمہ ہیں لیکن بعض اوقات قیمتی انسانی جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ ان حالات میں جب ملکی و غیر ملکی شراب آسانی سے میسر ہو صرف اخلاقی پابندیاں ہمارے نوجوانوں کو شراب نوشی سے باز نہیں رکھ سکتیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی تاکہ:

سے درمیان قہر دیا تختہ بندم کردی بازی گوی کہ دامن ترمن ہو شیار باش

امن و امان کا یہ عالم تھا کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے (معاذ اللہ نہیں بلکہ حقیقتاً) اس ضمن میں ایک واقعہ بھی مشہور ہے کہ موسیٰ بن اصفین، کرمان کے جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک شیر نے بکری پر حملہ کر دیا تو موسیٰ بن اصفین کی چنچیں نکل گئی اور بے اختیار ”انالله وانا الیہ راجعون“ پڑھا کہ امیر المؤمنین کا انتقال ہو گیا۔ (۴۰) آپ کے بعد کوئی قابل ذکر اموی حکمران نہیں گزرا اگرچہ فتوحات ہوتی رہیں۔

ہشام بن عبدالملک (۴۲، ۴۳) کے بارے میں ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وہ رعایا کی اخلاقی

نگہداشت کرتا تھا اور عوام کو لگانے بجانے، شراب و کباب سے باز رکھتا تھا اور انکے مشاغل پر سزا بھی دیتا تھا۔ (۳۱)

بنو امیہ کے بعد بنو عباس کی خلافت قائم ہوئی جو کم از کم پانچ صدیوں پر محیط ہے ابو العباس بن محمد المعروف بہ سفاح (۷۵۰ء) سے مستعصم باللہ (۱۳۳۱ء) تک تقریباً ۴۰ خلفاء گزرے جن میں ابو جعفر منصور، ہارون الرشید، مامون اور معتصم کے نام قابل ذکر ہیں۔ منصور طبعاً سخت گیر، درشت مزاج مگر اعلیٰ درجہ کا منتظم ثابت ہوا۔ اس کی پیدائش کے بارے میں علامہ ابن کثیر نے عجیب واقعہ لکھا ہے ”جب منصور اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو اس کی ماں نے خواب دیکھا کہ مجھ سے ایک شیر نکلا ہے اور وہ اپنے اگلے ہاتھوں پر کھڑا ہوتا ہے اور سب شیر اس کے آگے بجدہ کرتے ہیں۔“ (۳۲) عدل و وجود کے بارے میں اس کی سیاست یہ تھی کہ حکومت کے باغیوں کے بارے میں کسی قسم کی رعایت نہ برتتا تھا۔ امام نفس ذکیہ، ابراہیم اور ان کے بھائیوں کے قتل اور گرفتاریوں کے حوالہ سے وہ راہ اعتدال سے ہٹا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن امن پسندوں اور رعایا کے لیے وہ اصولاً اور عملاً دونوں حیثیتوں میں عادل تھا۔ تاریخ بغداد (عربی) میں اس کا یہ قول منقول ہے

”الخیلفۃ لا یصلحہ الا التقویٰ، والسلاطین لا یصلحہ الا الطلعة، والرعیۃ لا یصلحہ الا العدل“ (۳۳)

تاریخ ابن اثیر (عربی) میں اس کی سلطنت کے چار بنیادی ارکان کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

ایک قاضی جو بغیر خوف و لومۃ لائم منصفانہ فیصلہ کرے، دوسرے پولیس جو قوی کے مقابلے میں کمزور سے انصاف کرے، تیسرے تحصیلدار جو پورا خراج وصول کرے لیکن رعایا پر ظلم نہ ہونے پائے چوتھے پرچہ نگار (صحافی) جو ان لوگوں کو صحیح اطلاع دیتا رہے (۳۴)

منصور کے بعد حکومت کی باگ ڈور ممدی اور ہادی کے ہاتھوں سے گزر کر ہارون رشید کے مضبوط اور پر حکمت ہاتھوں میں پڑ گئی۔ ہارون متضاد اوصاف کا مالک تھا۔ ایک طرف اس کی بڑی پر شکوہ، رنگین اور عیش پرستانہ زندگی نے عباسی تہذیب کو تماشگاہ عالم بنا دیا تھا تو دوسری طرف وہ نہایت دیندار، شب بیدار، پابند شریعت، زاہد و حقی، عالم دوست، علماء نواز اور رعایا پرور حکمران دکھائی دیتا ہے۔ بغدادی فرماتے ہیں ”کہ وہ روزانہ (۱۰۰) رکعت نفلیں پڑھتا تھا اور ہزار درہم روزانہ خرچ کرتا تھا اکثر خرچ کرتا اور سو (۱۰۰) علماء و فقہاء کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔“ (۳۵) ہارون اپنے تمام عمال، تحصیلدار، والیان خراج اور قاضیوں کے تقرر میں خاص احتیاط برتتا تھا۔ نیک صلح، قابل حضرات ہی کو ان عہدوں پر تعینات کیا جاتا تھا۔ ایک اور بات عہد ہارون میں خاص ہے:

وہ ”خبر سانی اور پرچہ نگاری“ کا نظام ہے یہ ایک باقاعدہ سرکاری محکمہ تھا جس میں ہر شہر اور آبادی کے عادل اور ثقہ لوگوں کا انتخاب عمل میں آتا تھا۔ (۳۶)

بارون کے بعد اس کا بیٹا مامون برسر اقتدار آیا یہ عمد علم و ادب کے اعتبار سے تاریخ اسلام کا سنہری دور کہلاتا ہے وہ ذاتی طور پر قرآن، تفسیر، فقہ، فرائض، ادب، شاعری، طب، فلسفہ، نجوم، ریاضی جیسے فنون میں کامل دسترس رکھتا تھا۔ رعایا پروری اور عدل و انصاف کے واقعات بھی کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔ روایت ہے کہ اتوار کے دن صبح سے ظہر تک رعایا کی شکایتیں سننے کے لیے خود بیٹھتا تھا۔ اس کی ایوان عدل میں ادنیٰ و اعلیٰ اور اپنے بیگانے سب برابر تھے تاریخ اسلام میں عقد الفرید کی روایت موجود ہے۔

”ایک مرتبہ بوڑھی عورت نے استغاثہ کیا کہ مامون کے لڑکے عباس نے اسکی جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے عدالت لگی تو شہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتا تھا جبکہ بوڑھیا بلند آواز میں۔ جب وزیر دولت نے اسے بے ادبی سے تعبیر کیا تو مامون نے کہا بوڑھیا کو بولنے دو حق نے اسکی آواز بلند کر دی ہے اور عباس کو گونگا کر دیا ہے۔ بیانات سننے کے بعد فیصلہ بوڑھیا کے حق میں دیا۔“ (۳۷) مامون نے مرض الموت میں اپنے بیٹے کی بجائے اپنے بھائی محمد معتمد باللہ کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ معتمد فطرتاً آرام پسند حکمران تھا۔ ابن اثیر کی روایت ہے کہ اسے صرف دو چیزوں کا شوق تھا۔ حکومت کی شان و شوکت اور میدان کارزار کے مناظر۔ اس کا روپیہ انہیں دو چیزوں میں صرف ہوتا تھا۔ (۳۸) معتمد کے بعد عباسی حکومت کا خنزل شروع ہوا جو ۴۰۰ سال پر پھیلا ہوا ہے آخر کار مستعصم باللہ کے زمانے میں تاتاریوں نے ہلاکو خان کے کمان میں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

• ترکیستان کی عثمانی حکومتوں نے بھی احتساب کے نظام کو رائج کیا۔ سلطنت عثمانیہ میں منڈلیوں کی نگرانی، ٹیکس عائد کرنا اور وصول کرنے کے علاوہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا دینی فریضہ بھی محتسب ہی ادا کرتے تھے ترکیوں نے اسلامی عدالت و مساوات کے روشن باب رقم کیے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی مسلمان حکمرانوں نے احتساب کے نظام کو قائم رکھا۔ سلاطین دہلی میں غیاث الدین بلبن پختی حکومت کے لیے محکمہ احتساب کو ضروری سمجھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے دور حکومت میں چھوٹے چھوٹے قریوں سے لے کر بڑے بڑے شہروں میں قاضی اور محتسب مقرر کیے تھے۔ بلبن اپنے امرا و وزراء کا احتساب بڑی سختی سے کرتا تھا۔ محمد قاسم فرشتہ راوی ہے۔

”ملک لعیق جوشاہی امراء میں ۴ ہزار سواروں کا مالک اور ہدایوں کا صوبیدار تھا۔ اس نے ایک فراش کو اس قدر درے مارے کہ وہ بے چارہ مر گیا۔ بلبن نے بیوہ کی فریاد پر لعیق کو اتنے درے مارے کہ وہ بھی مر گیا۔ اس نوع کے متعدد واقعات تاریخ فرشتہ میں مذکور ہیں۔ اودھ کے حکمران ہیبت خان نے سرمستی کے عالم میں ایک شخص کو ہلاک کر دیا۔ بلبن کی عدالت نے اسے پانچ سو اوروں کی سزا دی اور سزا کے بعد مقتول کی بیوہ کے حوالہ کر دیا۔“ (۴۹)

علاء الدین خلجی نے احتساب کا عمدہ نظام متعارف کرایا۔ امیر غریب، کمزور طاقتور کے فرق کو بھلادیا۔ دیہات کے مکھیوں اور چودھریوں کو عام لوگوں کے مقابلے میں جواتیازیات حاصل تھے انہیں ختم کر دیا۔ زمینداروں، جاگیرداروں سے زائد اراضی، مویشی، گائے، بھینس، بکریاں وغیرہ لے کر غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ خلجی نے اوپر سے نیچے تک احتساب کا مربوط نظام قائم کیا۔ پٹواری سے تحصیلدار تک کا احتساب ہوتا تھا۔“ (۵۰)

مظلوں میں جہانگیر کا عدل اور اورنگ زیب عالمگیر کا احتساب تو تاریخ اسلام کے سنہری باب ہیں۔ جہانگیر ”تزک جہانگیری“ میں اپنے معمولات کے بارے میں رقمطراز ہے۔

”..... قاضی و میر عدل کی ممکنہ لاپرواہی کی وجہ سے ہر روز نماز ظہر کے بعد عوامی عدالت لگاتاہوں۔ تاکہ انصاف کے تقاضے پورے کر سکوں“ (۵۱)

رشید اختر ندوی ”عالمگیر نامہ“ کے حوالہ سے عالمگیر کے نظام عدل کے مقاصد بیان کرتے ہیں:

”کہ یکے از فضائل پایہ سریر اعلیٰ کہ بہ صفت تدین مسلمانی و سمت فقاہت و مسئلہ دانی موسوم باشد، بخدمت احتساب منصوب سازند تا خلایق ازار تکلیب منہیات و محرمات خصوصاً شرب و خمر و خوردن بنگ و بوزو ساز مسکرات و مباشرات فواحش و زانیات منع و زجر کردہ حتی المقدور از قبل بح اعمال و نتائج افعال بازدارد۔“ (۵۲)

عالمگیری احتساب کا ادارہ کار صرف دارالخلافہ تک محدود نہ تھا بلکہ سلطنت کے طول و عرض میں اس کی شاخیں موجود تھیں۔ اختر ندوی صاحب محکمہ احتساب کے اسلامی و اصلاحی کارناموں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”اور نگزب نے محکمہ احتساب قائم کر کے عوام کو گوجر، نماز پڑھائی، گوجر، جی بولویا، گوجر، جھوٹ اور فریب دینے سے روکا، گوجر، شراب پینے اور زنا کرنے۔۔۔ از رکھا، لیکن یہ جبر کتنا پیارا تھا جس سے نیکی کا سراو بچا ہوا اور بدی سرنگوں ہوئی۔“ (۵۳)

محولہ بالا واقعات کے علاوہ الگ سے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وطن عزیز کے سیاسی، معاشی، معاشرتی، دینی اور اخلاقی حالات کس قسم کے احتساب کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور کیا اب عوام فاروق اعظم، عمر بن عبدالعزیز اور اورنگزیب عالمگیر جیسے احتساب کے متحمل ہو سکتے ہیں؟ جی ہاں عوام تو متحمل ہو سکتے اس لیے کہ ایک عام آدمی براہ راست احتساب کی زد میں نہیں آتا جیسا کہ آپ نے مندرجہ بالا بحث میں نوٹ فرمایا ہے کہ مواخذہ کا حقدار ہمیشہ برسر اقتدار طبقہ ہی رہا ہے اور اب پاکستان میں عوام اس طبقہ کا احتساب چاہتے ہیں۔ پی پی پی کی شکست اور وطن عزیز میں مسلسل احتساب کے مطالبے سے اس عمل کا آغاز ہو چکا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حکمران بھی ایسا احتساب کرنے اور کروانے کو تیار ہیں؟ اب اگر اس احتساب کی عملی شکل کہیں دیکھنے کو ملتی ہے تو وہ افغانستان میں طالبان کے اسلامی، انقلابی اور اصلاحی اقدامات ہیں جن سے نہ صرف عالمگیری احتساب بلکہ خلفائے راشدین کے زمانے کی یادیں تازہ ہو رہی ہیں۔ اس تحریک میں آپ کو حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیائے اسلام، مولانا شریعت اللہ کی تحریک فرائض اور شاہ ولی اللہ کی تحریک جہاد کا سلسل اور روح دکھائی دے گی۔

طالبان کے افغانستان میں شرعی پردہ کا نفاذ، مخلوط تعلیم کا خاتمہ، اسلامی عبادات نماز، روزہ، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کی پابندی، اسلامی حدود کا نفاذ، جن میں قصاص، رجم وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فوری انصاف کی فراہمی، اسلامی وضع قطع اپنانا اور اسلامی طرز بود و باش اختیار کرنا ایسی اصلاحات ہیں جیسی عرب میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور برصغیر میں اورنگزیب عالمگیر نے جاری کیں تھی۔ ان اقدامات میں غیروں کا اوہلا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن خود مسلمان ملکوں کا رد عمل غیر متوقع ہونے کے ساتھ افسوسناک بھی ہے شرعی پردہ اور مخلوط تعلیم نسواں پر پابندی عائد کر کے طالبان نے حقوق نسواں کو پامال نہیں کیا بلکہ یہی ایک چیز ہے جو ایشیاء میں اسلامی ثقافت کے احیاء کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔

لیکن افسوس آج ہم اسلام سے اس قدر غیر مانوس ہو گئے کہ حقیقی اسلام سے ہمیں خوف آنے لگا ہے۔ ارد گرد کے ممالک کی پریشانی دیدنی ہے، طالبان پر کانفرنس ہو رہی ہیں، وفاداریاں ادھر سے ادھر ہو رہی ہیں اور نئے نئے غیر فطری اتحاد عمل میں آرہے ہیں۔ اور نہ جانے کیا کیا؟ اس کے باوجود ہمیں امید ہے کہ تاریخ طالبان سے انصاف کرے گی۔ اور مستقبل کا مورخ جب ان کی فتوحات، اصلاحات کے اسباب اور دور رس نتائج و اثرات پر سنجیدگی سے غور کرے گا

تو بدگمانیوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور سامنے پرامن ، پرسکون اور خوشحال افغانستان دکھائی دے گا۔ جس پر دنیا کی بڑی بڑی جمہوریتیں رشک کریں گی۔ (انشاء اللہ)۔

حواشی و حوالہ جات

- (۱). سورۃ الانفطار آیت ۱۱۰۴۔ (۲). سورۃ الحاقۃ، آیت ۱۹۔
- (۳). ایضاً، آیت ۲۶۔ (۴). سورۃ البقرۃ، آیت ۵۱۔
- (۵). امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن (اردو) جلد اول، ترجمہ محمد عبداللہ شاہ جہان پوری، شیخ شمس الحق، اقبال ٹاؤن، لاہور، جون ۱۹۸۷ء، ص ۳۳۲۔
- (۶). سورۃ الطلاق، آیت ۸۔ (۷). سورۃ انبیاء، آیت ۱۔
- (۸). سورۃ الزلزال، آیت ۸۔ (۹). سورۃ القارعہ، آیت ۴ تا ۹۔
- (۱۰). وہ دس صحابہ جن کو حضورؐ نے ان کی زندگیوں میں جنت کی بشارت دی۔
- (۱۱). طبقات ابن سعد، تاریخ الخلفاء اور کنز العمال میں اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے مولانا یوسفؒ کی معروف کتاب ”حکایات صحابہ“ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔
- (۱۲). حوالہ نمبر ۱۱ کے علاوہ محمد حسین ہیکل کی معروف کتاب ”عمر فاروق اعظمؓ“ اور مولانا شبلی کی ”الفاروقؓ“ کا مطالعہ کیجئے۔
- (۱۳). ڈاکٹر عبدالجبار، پروفیسر بغداد یونیورسٹی، خلیفہ ابو جعفر منصور، جلد اول، ترجمہ سید رشید احمد، نفسی اکیڈمی، کراچی، طبع اول ۱۹۸۵ء، ص ۵۵۱۔
- (۱۴). مولانا شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ص ۱۹۹۔
- (۱۵). ایضاً، ص ۲۰۰۔ (۱۶). ایضاً، ص ۱۰۲۔ (۱۷). ایضاً، ص ۲۰۳۔
- (۱۸). جناب پرویز صاحب شاہکار رسالت، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، چوتھا ایڈیشن ۱۹۸۷ء، ص ۲۳۸۔
- (۱۹). کتاب کے اسی صفحہ پر حضرت عمرؓ کا وہ خط بھی موجود ہے جو آپؐ نے گورنر مصر عیاض بن غنم کو لکھا تھا۔ یہی خط ”حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط“ مرتبہ ڈاکٹر خورشید احمد فاروق، کے صفحہ ۱۳۳ سے ۱۳۰ پر بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اس مجموعہ کو محمد علی خان دیوان نے کراچی سے مارچ ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔ یہی واقعہ جناب محمد حسین ہیکل نے ”عمر فاروق اعظمؓ“ کے صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے۔

- (۱۹) الفاروق، ص ۲۰۲۔ (۲۰) شاہکار رسالت، ص ۲۱۸ تا ۲۲۵۔
- (۲۱) شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، جلد اول، ناشران قرآن، لاہور، سن ندارد، ص ۱۔
- (۲۲) ایضاً، ص ۱۹۶۔
- (۲۳) شاہکار رسالت، ص ۲۵۸۔
- (۲۴) محمد حسین ہیکل، عمر فاروق اعظم، ترجمہ حبیب اشعر، مکتبہ ہری لائبریری، لاہور، بار ہشتم ۱۹۸۶ء۔
- (۲۵) ایضاً۔ (۲۶) ایضاً۔
- (۲۷) شاہکار رسالت، ص ۲۹۵۔
- (۲۸) حافظ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، اقبال الدین احمد، نفیس اکیڈمی، کراچی، مئی ۱۹۸۹ء۔
- ص ۱۳۳۔ نیز دیکھئے شاہکار رسالت، ص ۲۹۱۔
- (۲۹) تاریخ اسلام، ص ۲۹۳ بحوالہ یعقوبی ج ۲، ص ۲۳۰۔ (۳۰) ایضاً۔
- (۳۱) نج البلاط، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، اشاعت ۱۹۸۳ء، ص ۹۶۔
- (۳۲) یہ ارد شیر کے عامل تھے۔ انہوں نے بیت المال سے خرچ لے کر ۵ سو لونڈی اور غلام خرید کر آزاد کیے۔ حضرت علیؑ نے رقم کا مطالبہ کیا تو ناراض ہو کر حضرت ہادیہ کے پاس چلے گئے۔
- (نج البلاط، ص ۹۶)
- (۳۳) اموی فرمانرواں مردان بن حکم کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ ام حاصم حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھی۔ ایک رات فاروق اعظمؓ گشت پر تھے کہ ایک گھر سے آواز آئی بیٹی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔ بیٹی نے کہاں اماں آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہے۔ ماں نے بیٹی کو ڈانٹا یہاں کونسا امیر المومنین تھیں دیکھ رہا ہے۔ بیٹی نے جواب دیا امیر المومنین تو نہیں دیکھ رہا اسکا خدا تو دیکھ رہا ہے۔ بعد ازاں آپؓ نے اپنے بیٹے حاصم کی شادی اس لڑکی سے کر دی جس کے بطن سے حضرت عمر بن العزیز پیدا ہوئے۔ (شاہکار رسالت، ص ۳۰۱) ”سیرت عمر بن العزیز“ میں مزید لکھا ہے کہ یہ لڑکی بنی حلال کی تھی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۳۷ یا ۳۹۔
- (۳۴) تاریخ اسلام، جلد دوم، ص ۴۹۹۔
- (۳۵) ایضاً۔ (۳۶) ایضاً۔

- (۳۷). علامہ عبدالعزیز سید الدہل، سیرت عمر بن عبدالعزیز، مترجمہ مولانا راغب رحمانی، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبعة دوم ۱۹۷۸ء، ص ۳۷ تا ۹۳۔ نیز دیکھئے طبقات ابن سعد (عربی) جلد ۵، ص ۲۵۲
- (۳۸). تاریخ اسلام، جلد دوم، ص ۵۰۳۔ (بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی)
- (۳۹). ایضاً، ص ۵۱۱۔
- (۴۰). ماہنامہ ”الفاروق“ کراچی، جلد نمبر ۵، شمارہ نمبر ۹، (رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)، آخری صفحہ۔
- (۴۱). محمد بن عبدالکھیم بن عبدالواحد الشیبانی المعروف ”علامہ ابن اثیر“، الکامل فی التاریخ لابن الاثیر الار (عربی)، الجزائر، ط ۱، حماد الکتاب العربیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷ء، ص ۳۶۔
- (۴۲). علامہ عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، مترجمہ عبدالرشید ندوی، نفیس اکیڈمی، کراچی، جون ۱۹۸۸ء، ص ۵۶۷۔
- (۴۳). حافظ ابو بکر بن احمد بن علی الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد (عربی) الجزء العاشر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، تاریخ اشاعت ندارد، ص ۵۶۔
- (۴۴). الکامل لابن اثیر (عربی) جلد ۱۳، ص ۳۳۔
- (۴۵). تاریخ بغداد (عربی) جلد ۱۳، ص ۶۔
- (۴۶). ملخص از تاریخ اسلام جلد سوم، ص ۱۰۳۔
- (۴۷). تاریخ اسلام، جلد سوم، ص ۱۵۲۔ (بحوالہ عقد الفرید، جلد ۱، ص ۹۔
- (۴۸). الکامل ابن الاثیر، جلد ۳، ص ۱۷۸۔
- (۴۹). محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، جلد اول، مترجمہ عبدالحی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد، ص ۸۲ - ۲۸۱۔
- (۵۰). ایضاً، ص ۳۶۵۔
- (۵۱). تزک جہانگیری (خودنوشت سوانح عمری) مترجمہ، اعجاز الحق مدد سی، مجلس ترقی ادب، لاہور، اگست ۱۹۷۰ء، ص ۱۹۔
- (۵۲). رشید احمد ندوی، اورنگزیب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۴۱۷۔
- (۵۳). ایضاً۔

